مولانا اعزاز الحق نقشبندی*

حضرتِ فانیؒ کا فسانہ

جمع تھے جو چند فرزانے تو وہ بھی ساتھ تھا
سن رہے تھے میرے افسانے تو وہ بھی ساتھ تھا فانیؔ

وہ ہمارے استاد محترم تھے، لیکن اتنے شفیق، نفیس اور متواضع کہ ان سے مل کر بیٹھ کر کبھی اس بات کا احساس تک نہیں ہوا کہ ہم کتنے عظیم انسان سے محوگفتگو ہیں ۔ بندہ فقیر کو بچپن ہی سے شعر وشاعری سے لگاؤ ہے۔ والد مکرم کے ماموں زاد مولانا فضل حق ممتاز (فاضل غورغشی) ایک قادرالکلام شاعر اور اپنے دور کے اکثر شعراء کے استاد تھے۔ استاد مکرم سے ان کے دیرینہ تعلقات تھے۔ اس طرح برادرم اکبر حضرت مولانا مفتی رضا الحق مدظلہ جو شعر وسخن کے میدان میں ایک مانے ہوئے استاد ہیں، اور ان کا شعری مجموعہ ''قراردل'' اہل علم و ادب کے دل کا قرار ہے۔ آپ سے بھی استاد محترم کے دیرینہ مراسم تھے۔ ان ہردو تعلقات کے علاوہ حضرت استاد کے علمی خانوادے سے تعلق کی بناء پر انکے ساتھ پہلے ہی سے خاندانی تعلق قائم تھا۔ حضرت فانیؒ، والد مکرم مولانا شمس الھادیؒ کے مایہ ناز شاگرد تھے۔ جس طرح حضرت فانیؒ حضرت شیخؒ سے نسبت تلمّذ پر فخر محسوس کیا کرتے تھے۔ ویسے ہی حضرت شیخؒ بھی ان سے شفقت اور محبت رکھتے تھے۔ حضرات شیخینؒ کے علمی کارہائے نمایاں پر حال ہی میں ''تذکرہ حضرات شیخین'' کے نام سے شائع ہونے والی کتاب میں حضرت فانی کا نہ صرف ان کے بارے میں فکرانگیز مضمون شامل ہے، بلکہ شیخین کی وفات پر ان کے تحریر کردہ مرثیئے بھی کتاب کا حصہ ہے۔ یہ کتاب حضرت فانیؒ کی وفات سے دوتین ہفتے قبل منصۂ شہود پر آئی، لیکن ان کی بیماری کی شدت اور بندہ کی غفلت اور کاہلی کی وجہ سے وہ اس کتاب کو ملاحظہ نہ کرسکے واحسرتا! ہائے افسوس۔

بندہ فقیر 95-1994 دوسال مسلسل مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ میں فنون کا طالب علم رہا ہے۔ استادِ مکرم ہمیں نحو کی اہم اور مشہور ترین کتاب ''کافیہ'' پڑھایا کرتے تھے۔ ان کا طریقۂ تدریس ان کا انداز بیان، درس پر ان کی مضبوط گرفت، نحو کے متعلق عبارات و اصطلاحات اور سب سے بڑھ کر ان کی شیرین زبانی آج بھی ذہن پر نقش کالحجر ہے۔ نجی محافل میں بندہ سے شعر وشاعری اور اسلاف واساتذہ کے متعلق گفتگو فرماتے ۔ بندہ

* خانقاہ شاہ شمسیہ منصور، امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ضلع صوابی

جب ملاقات کیلئے حاضر ہوتا، تو اپنے مخصوص انداز میں ''صاحب حق صاحب پخیر راغلے'' سے خوش آمدید کہتے۔ گھربار اور خصوصاً حضرت والد صاحبؒ کے بارے میں ضرور دریافت کرتے۔ رخصتی کے وقت حضرت والدؒ سے دعاؤوں کی درخواست کی امانت سپرد کرتے۔ وفات سے چند ماہ قبل جہانگیرہ میں ختم نبوت کانفرنس تھی، جس میں آپ اور حضرت مولانا عزیز الرحمان ہزاروی مدظلہ مہمانان خصوصی تھے۔ بندہ فقیر کا بیان بعد از عصر تا مغرب تھا، آپ حضرات مغرب کے بعد جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت ہزاروی مدظلہ سے پہلے استاد مکرم کا بیان تھا۔ استاد مکرم حضرت فانیؒ نے اپنے بیان میں ختم نبوت تحریک کی تاریخ اور اکابرین کی قربانیوں پر ایسے بلیغ اور فصیح انداز میں مختصر وقت کے اندر اتنی مفصل روشنی ڈالی، جیسا کہ کوئی کسی واقعے کا آنکھوں دیکھا حال بیان کررہا ہو۔ اور ایسا محسوس ہورہا تھا کہ سامعین ذہنی طور پر آپ کے ساتھ چل دوڑ رہے ہیں۔ آپ کا بیان مختصر مگر جامع اور پرمغز تھا۔ حضرت الاستاد کا سٹیج پر جلوہ افروز ہونا اور پھر سامعین کو اپنے سحر انگیز بیان سے نوازنا اب بھی ذہن میں تازہ ہے۔ اور کیوں نہ ہو، کہ باکردار لوگ موت سے نہیں مرتے۔ ان کا کردار ان کی خدمات اور ان کے کارناموں ہمیشہ انہیں زندہ رکھتے ہیں ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است برجریدۂ عالم دوامِ ما

آپ کی کس کس ادا کو یاد کروں؟ بندہ فقیر تو کوئی لکھاری بھی نہیں ہے، اور پھر حضرت الاستاد جیسی ہمہ جہت اور گونا گوں صفات کی حامل شخصیت پر کچھ لکھنا بھی ہر کسی کا کام نہیں ہے۔ آپ بیک وقت ایک عالم، مدرس، شاعر، ادیب، اکابر شناس اور ان گنت خوبیوں کے مالک تھے۔ اخلاق و عادات میں نمونۂ اسلاف تھے۔ تواضع، ملنساری، سادگی، بے تکلفی، مہمان نوازی اور قدردانی آپ کی شخصیت کے نمایاں پہلو تھے۔ دیہاتی ماحول سے پھلے پھولے تھے، لیکن شہری زندگی کے رموز سے بھی شناسا تھے۔ ریاء اور نمود سے کوسو دور تھے، بلکہ اسکے خلاف جہاد کرتے ''ازغی دتمنا'' کے پشتو شعری مجموعہ کے سرورق پر یہ شعر یقیناً ان کی ریاء سے پاک زندگی کی ترجمانی کرتا ہے ؎ اے زاھده د ریا تسبے د پریگده دیار ذکر زۀ دَ او خلکوپه تسبو کړم

ترجمہ: اے زاہد! ریا کی تسبیح چھوڑ دو، کہ میں اپنے محبوب کا ذکر آنسوؤں کے قطروں سے کرتا ہوں۔

حضرت الاستاد حافظ قرآن بھی تھے، جب میں ان کی شاعری اپنی طفلانہ نظر سے دیکھتا ہوں تو حافظ شیرازی کی طرح عشق مجازی کے پردوں میں عشق حقیقی کا تار چھیڑتے ہیں، اس لئے تو اپنی کتاب ''ازغی دتمنا'' کا انتساب کچھ اس طرح کیا ہے ''تڑون د مینے دسپسلی جذباتو اوروحانی احساساتو په نوم''

''انتساب! محبت کے پاکیزہ جذبات اور احساسات کے نام''

آپ کے والد مکرم حضرت مولانا عبدالحلیمؒ اپنے وقت کے جید عالم، محقق، متکلم العصر، ترجمان حدیث

اور مفسر قرآن تھے ۔دارالعلوم حقانیہ میں طویل عرصے تک مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ آپ دارالعلوم دیوبند سے فارغ تھے ۔شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ کے شاگرد رشید تھے۔ علاقہ کے علماء میں میرے نانا رئیس الاتقیاء شیخ الحدیث مولانا عبدالرازق ؒ کے خصوصی شاگرد تھے ۔دارالعلوم دیوبند میں اپنے محبوب استاد جامع العقول والمنقول ،حضرت مولانا ابراہیم بلیاویؒ سے حد درجہ محبت اور عقیدت رکھتے اسی عقیدت اور محبت کی خاطر آپ نے اپنے بیٹے کا نام محمد ابراہیم رکھا ،جو آپ کی حسنِ تربیت کی بدولت آگے چل کر مولانا محمد ابراہیم فانی بن گئے ،اور اسی نام کی لاج رکھتے ہوئے آپ نے آخری سانس تک علومِ نبویؐ کی آبیاری کی ،اور گویا اسی طرح آپ کے والد مکرم کی خواہش کی تکمیل ہوئی ۔

آخری دنوں کی بات ہے کہ ''تذکرہ شیخین'' کے حوالے سے میں نے اکوڑہ خٹک آنے کی خواہش کا اظہار کیا اور ایک لفظ ''اخوین'' جو حضرت شیخین کے بارے میں ان کے محبوب استاد مولانا سمندر خانؒ ارشاد کرتے تھے اسی لفظ کے بارے میں کوئی جامع اور ادیبانہ معنی کی درخواست کی ،تو ملاقات کے دوران فرمایا کہ اس کے لفظ بارے میں ''جڑواں موتی'' بہت موزوں لگتا ہے۔چنانچہ ہم نے کتاب میں ان ہی کی رائے کے مطابق یہی لفظ استعمال کیا۔آپ نے کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں ہماری بھر پور رہنمائی فرمائی ۔باوجود ضعف ،تکلیف اور بیماری کے ''الحق'' کے دفتر میں ہمارے انتظار میں تشریف فرما رہے تھے،اور دیر تک کتاب کے بارے میں ہماری رہنمائی فرماتے رہے ......اللہ اللہ......اب وہ محفلیں اور محبتیں کہاں سے لاؤں ؎

''وہ کوہکن کی بات گئی کوہکن کے ساتھ''

آپ کی وفات کا سن کر دیر تک یقین نہیں آرہا تھا۔لیکن آخر ہمت کر کے بوجھل اور غمزدہ دل کے ساتھ آخری دیدار اور جنازہ کے لئے اکوڑہ خٹک کی راہ لی اور ان کے تاریخی جنازے میں شرکت کی سعادت حاصل کی ۔

استاد کا مقام بہت اونچا ہوتا ہے۔حضرت استادؒ نے جس محبت سے ہمیں پڑھایا تھا، ہماری تربیت اور رہنمائی فرمائی تھی، اس کے ناطے ان کے ہمارے اوپر پہاڑ جیسے حقوق ہیں۔خدا ہمارے ناتواں کاندھوں کو طاقت بخشے کہ ہم بعد از وفات ان کے حقِ استادی ادا کرنے کے اہل ہوسکے ۔میں تمام اہل قلم حضرات اور علماء سے درخواست کرتا ہوں کہ جس طرح حضرت استاد'' علماء وزعماء'' کی رحلت اور جدائی پر نظم اور نثر میں قلم اٹھاتے ،آج یہ ان کا حق بنتا ہے کہ ان کی حیات کے مختلف گوشوں اور دینی خدمات پر کچھ تحریر کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ حضرت استاد کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔آمین

اور مضمون کا اختتام اس شعر کے ساتھ کرنا چاہوں گا ؎

بعد مرنے کے وہ بولے میرے رقیبوں سے   خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں